# شاہ ولی اللہ دہلوی کا تصورِ دولت

عبدالوحید صدیقی۔ ایم۔ اے

عالمی مسلم مفکرین میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا مقام اس وجہ سے بلند و بالا قرار دیا گیا ہے کہ ان کے فکری نظام سے دین دنیا، شریعت و طریقت مادیت و روحانیت عالم مثال و عالم ناسوت میں کوئی تضاد یا فرق لازم نہیں آتا۔ دراصل یہ کائنات اور اس کے مظاہر، یہ انسان اور اس کے ذہنی افعال کچھ اس قدر پیچیدہ ہیں کہ ان کے مختلف حصوں کو الگ الگ نام دے کر انہیں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قدیم مصری، کلدانی، یونانی، چینی اور ہندی مفکرین سے لے کر شاہ ولی اللہ تک انسانی ذہن نے اس کائنات اور خود اپنے آپ کو سمجھنے کے لئے ایک ایسی راہ اختیار کر رکھی تھی جس میں الفاظ اور اصطلاحات اور تقسیم در تقسیم کے ذریعے ہر چیز کو جداگانہ طریقے سے سمجھنے کی کوشش نے "کل" کو ہماری نگاہوں سے اوجھل کر دیا تھا اور یہ کل بھی ایک ایسا عظیم کل کہ جسے اینٹوں کے ایک ڈھیر سے تشبیہ دینے کی بجائے کسی زندہ جسم سے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ جس میں ہر خلیہ دوسرے خلیہ کو متاثر بھی کرتا ہے اور تاثر بھی لیتا ہے جس میں متعدیت اور انفعالیت کی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ یہ کوشش اپنی جگہ پر کتنی ہی اہم ہو انسان کو ایک ایسی راہ پر ہرگز گامزن نہیں کر سکتی۔ کہ جس میں حق اور باطل کی تمیز ہو۔ حق اور سچائی ایک بسیط امر ہے

جو کائنات اور ماوراء الکائنات کی اس جامعیت سے ابھرتا ہے جسے حضرت شاہ ولی اللہ نے انتہائی محتاط الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پوری عمر اور اس جیسی ہزار عمریں گذرنے کے باوجود ان علمی نتائج تک نہ پہنچتے اگر ان کی تربیت مسلم معاشرہ میں نہ ہوتی یہ اس لئے کہ دین اور دنیا کی تفریق کے خاتمہ کی ذمہ داری بنیادی طور پر قرآن مجید پر عائد ہوتی ہے اور قرآن مجید کا پیدا کردہ معاشرہ انسانی ارتقا کی تکمیل ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی فکر کو قرآن مجید اور اسلامی معاشرہ کا ایک شارح قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی سب سے مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کے صرف ابواب اور ان کی ترتیب پر نظر ڈالنے سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ آپ کی اس تصنیف کا مقصد مختلف اجزاء کو ایک ایسے کل کی حیثیت سے سمجھنا ہے کہ جس کے بغیر حقیقت کی شناسائی اور حق و باطل کی تمیز ایک ناممکن امر ہے اس ترتیب میں حضرت شاہ صاحب نے سب سے پہلے وہ مباحث رکھے ہیں جن سے انسان کے مکلّف ہونے کا ثبوت ملتا ہے اس نظریئے کا ابطال ہو جاتا ہے کہ اس کائنات کی پیدائش کا نہ کوئی مقصد ہے اور نہ منزل یہ مباحث قرآن مجید کی آیت "وما خلقت هذا باطلا" کی تفسیر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

ان مباحث کو سب سے پہلے رکھنے کی وجہ واضح ہے۔ اگر کائنات اور انسان کی پیدائش بے مقصد ہے تو پھر تلاش حقیقت کے لئے انسان کا سرگرداں ہونا بھی بے کار ہے۔

انسان کی پیدائش کے مقاصد اور اس کے مکلف ہونے کے ثبوت کے بعد یہ سوال ابھرتا ہے کہ انسان کے کون سے اعمال کا نتیجہ خیر و برکت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کون سے اعمال کا نتیجہ ہلاکت اور بربادی کا روپ دھارتا ہے۔ اس سوال کے جواب کے بعد شاہ صاحب نے جمعیت انسانی کے ان ادوار پر نظر ڈالی ہے کہ جن کے ذریعے سے غیر مہذب دور سے لے کر تہذیب اور ترقی

اعلیٰ ترین مقامات تک انسان نے خیر و برکت یا ہلاکت اور بربادی کے اسباب کو اپنایا۔ اس سلسلے میں رسم و رواج اور ارتقائے معاشرہ کے مباحث کو بہت بہت ہی لطیف انداز سے بیان کیا گیا۔

بعد ازاں وہ مباحث زیر غور آئے ہیں جن کا تعلق جمعیت انسانی کی سعادت نیکی اور بدی سے ہے۔ ان اداروں کے بارے میں بحث ہے جن کے ذریعے جم غفیر کو ایسی راہوں پر گامزن کیا جا سکتا ہے جن کا منتج سعادت اور بر ہے۔ اس سلسلے میں نبوت، مذاہب شرائع، مناہج اور سیاسیات کا تذکرہ چھیڑا گیا ہے اور شریعت مصطفوی کو پہلے کی شرائع کا ناسخ ہونے کے اسباب بیان کئے ہیں۔ آخر میں شریعت مصطفوی میں وارد شدہ احکام کے رموز و اسرار بیان ہوتے ہیں۔ اور ثبوت مہیا کیا جاتا ہے کہ اب ابن آدم کے لئے فلاح و بہبود اور سعادت کا واحد راستہ "اسلام" ہی میں موجود ہے۔

اس طرح تخلیق کائنات اور مقصد تخلیق سے لے کر "اسلامی احکام" کے اسرار و رموز کے بیان تک شاہ صاحب اس "کل" کی پوری پوری تشریح کر جاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کا "تصورِ دولت" بھی ان ہی مباحث سے ابھرتا ہے۔ اور اس فلسفۂ کل کا ایک ایسا حصہ ہے کہ جسے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔ شاہ صاحب کی نظر میں ہر فرد بشر چار چیزوں سے مرکب ہے۔

۱۔ معدنیات، (۲) نباتات (۳) حیوانات (۴) نفس ناطقہ۔ ان چاروں چیزوں کی ایک خاص امتزاج اور ترتیب سے انسان پیدا ہوتا ہے پہلی تین چیزوں کو ملا کر انسان کا طبعی پہلو کہا جاتا ہے اور نفس ناطقہ کو روحانی پہلو۔ ان دونوں پہلوؤں میں چولی دامن کا ساتھ ہے طبعی پہلو کی بہتری اور ترقی روحانی پہلو کی بہتری اور ترقی کی ضامن ہے۔

اسی طرح روحانی پہلو کی ترقی طبعی پہلو کو متاثر کرتی ہے یہ باہمی تاثر کا نظریہ

اس اشراقی یوگی ویدانتی اور بدھ تصوف کے خلاف ایک اعلانِ جہاد ہے کہ جس کے مطابق انسان کے روحانی پہلو کی فلاح و بہبود اس میں ہے کہ وہ اپنی معدنی و نباتی و حیوانی پہلوؤں کو نظر انداز کر دے۔ یوگ اور ویدانیت کا یہ اندازِ فکر دراصل اس غلط تصور سے پیدا ہوتا ہے کہ جس میں کائنات کا ہر ذرہ دوسرے سے الگ ہے۔ اس میں نہ انفعالیت ہے اور نہ فعالیت اس غلط تصور کے برعکس حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی تو صاف فرماتے ہیں کہ :-

" قوت حیوانیہ اور قوتِ ملکیہ میں تضاد فطرت سلیم کے خلاف ہے انسان کے ان دونوں پہلوؤں کے مصالح سے ہی ایک معتدل مزاج پیدا ہوتا ہے"۔
اور سب سے زیادہ اعتدال اس شخص میں پایا جائے گا جس میں دونوں قوتیں بے حد مضبوط ہوں اور دونوں میں مصالحت ہو۔
بالفاظ دیگر انسان کی صحیح روحانی ترقی صحیح جسمانی ترقی کے بغیر ناممکن ہے۔ اور یہ بھی ایک امر مسلم ہے کہ صحیح جسمانی ترقی خوشحالی و فارغ البالی کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی۔ اس خوشحالی الترفہ کے متعلق حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ (باب اقامۃ الارتفاقات و اصلاح الرسوم) حجۃ اللہ

اس سلسلے میں دو نظریئے قائم کئے گئے ہیں جو باہم بالکل متعارض اور متضاد ہیں۔ ایک یہ کہ خوشحالی اچھی چیز ہے۔ اس سے انسان کے مزاج کی اصلاح ہوتی ہے اخلاق میں استقامت پیدا ہوتی ہے معانی و معارف اور علوم و فنون کی اشاعت ہوتی ہے انسان اپنے ابنائے جنس میں امتیازی درجہ حاصل کر لیتا ہے اور سوء تدبیر سے جو جہل اور عجز اور پست ہمتی وغیرہ پیدا ہو جاتی ہے اس سے نکل جاتا ہے دوسرا نظریہ یہ ہے کہ خوشحالی قبیح چیز ہے۔ اس سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں باہمی معاملات کی شقتیں، محنت و تعب اور باہمی الجھنوں کی مصیبتیں بھگتنی پڑتی ہیں۔ خوشحالی عالم غیب سے اعراض و غفلت کا سبب بن جاتی ہے۔ اصلاح آخرت کی تدابیر سے بالکل غافل اور بے خبر کر دیتی ہے۔ ان دونوں میں

صحیح طریقہ یہ ہے کہ تدابیر پر نافعہ کو باقی رکھا جائے۔ (گودھردی ص ۲۶۷)

اب جب یہ ثابت ہوگیا کہ خوشحالی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے انسان کی صحت جسمانی و صحت ذہنی و صحت روحانی روبہ ترقی ہوتی ہے۔ مزاج کی اصلاح ہوتی ہے، اخلاق میں استقامت پیدا ہوتی ہے، علوم و فنون کی ترقی ہوتی ہے۔ اور انسان دوسرے حیوانوں سے امتیاز کا درجہ حاصل کرلیتا ہے تو یہ سوالات خود بخود پیدا ہوتے ہیں کہ خوشحالی کس چیز کا نام ہے۔ اس کے حصول کے لئے کیا ذرائع ہیں؟ اور کیا تعیش کی زندگی بھی خوشحالی کی تعریف میں داخل ہے؟

اور کیا ایک انسان کو اس امر کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ اپنی ذاتی خوشحالی کے لئے دوسرے کی ضروریات زندگی تک چھین لے۔؟

اور کیا تمام انسانوں کو خوشحال بنایا جا سکتا ہے؟

ان سوالات کے جواب میں سب سے پہلے خوشحالی کی تعریف کی جاتی ہے۔

## خوشحالی کیا ہے

فرد کی خوشحالی سے مراد یہ ہے کہ اسے وہ اشیاء اور وہ حالات حاصل ہوں جن سے جسمانی و ذہنی و روحانی ترقی ہو۔

وہ اشیاء مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ وہ اشیاء جن کا تعلق فرد کی بقا سے ہو پانی اور غذا اس میں داخل ہیں۔ اور انسانی فرد کی تین بنیادی ضرورتیں ہیں۔ خوراک، لباس اور مکان سب سے پہلے پوری ہونی چاہیں۔ جس معاشرہ میں لوگوں کے کھانے پینے کا انتظام نہ ہو اس کے افراد کی اخلاقی حالت گر جاتی ہے اور دماغی اور ذہنی کیفیت پست ہو جاتی ہے۔"

۲۔ وہ اسباب جن کا تعلق اس امر سے ہے کہ فرد کی جسمانی و نفسیاتی صحت برقرار رہے اور اس کی طبعی عمر میں اضافہ کا باعث بنے نہ تنقیص کا۔ صحت مند ہوا۔ صحت مند غذا۔ صحت مند پانی، موسم کی شدتوں سے بچنے کے لئے مناسب لباس و مسکن۔ صحیح عمرانی تعلقات اس میں داخل ہیں مناسب صحت مند گھر کے بارے میں شاہ صاحب البدور البازغہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

ہر شخص کے لئے رہائش گاہ ایسی ہو جس میں سردی اور گرمی سے بچاؤ۔ اور خاندان کے افراد و اسباب کی حفاظت ہو اس کا طول وعرض کشادہ فضا وسیع اور اونچائی متوسط ہو اور یہ اسے آسانی سے میسر ہو۔"

---


# مولانا عبیداللہ سندھی

## مصنف:۔ پروفیسر محمد سرور

مولانا مرحوم کے حالات زندگی تعلیمات اور سیاسی افکار پر یہ کتاب ایک جامع اور تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک عرصہ سے نایاب تھی یہ کتاب دین حکمت اور سیاست کا ایک اہم مرقع ہے۔

قیمت مجلد چھ روپے پچھتر پیسے

سندھ ساگر اکادمی چوک مینار انارکلی لاہور